

تعارف و تبصرہ

اساسيات اسلام

مصنف : مولانا محمد حنیف لدوی

نخاست : ۲۸۳ صفحات

قیمت : دس روپے پچاس پيسے

شائع کردہ : ادارہ ثقافت اسلامیہ - لاہور

’اساسيات اسلام‘ ملک کے معروف صاحب قلم اور عالم مولانا محمد حنیف لدوی کی تازہ تصنیف ہے جس میں فرد اور معاشرے کے فکری اور تہذیبی مسائل کا تجزیہ اور ان کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر تصنیف مولانا موصوف کی طباعی، ذہانت، وسعت مطالعہ اور گہرے غور و فکر کی غماز ہے۔ انہوں نے عصر حاضر کے مسائل کو معروضی انداز سے سمجھنے اور سمجھانے کی پرخلوص اور سنجیدہ کوشش ایک خوش فکر عالم دین کی حیثیت سے کی ہے۔

عصر جدید، سائنس اور ٹیکنالوجی کی بحیرالعقول ایجادات، تہذیب خلا، علم و تحقیق کی وسعتوں اور ذہن السالی کی فتح مندوں کا عہد ہے۔ اس عہد میں بے پناہ الجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل بھی عالم السالیت کے لئے پیدا ہو گئے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی اور سماجی مسائل کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ کچھ قومیں بے پناہ دولت و طاقت حاصل کر کے بے جا ہندار کی خوگر ہو گئی ہیں، ان کے پاس مہلک ہتھیار، پیچیدہ سیاست اور خطرناکہ استعماری عزائم ہیں، اور بہت سی قومیں احساس کمتری، خوف و ہراس، ذلت و ہمالیہ اور تقلید و غمے چارگی کی قابل رحم حالت میں مبتلا ہیں، اس میں بظاہر

جدید مسائل کو ایک مسلمان، اسلام کے نقطہ نظر سے سمجھنا چاہتا ہے اور اپنے لئے ایک لائق عمل حل متعین کرنا چاہتا ہے۔ مولانا ندوی کی یہ کتاب انہی سوالوں کے جواب کی کوشش ہے۔

سائنس اور علوم و فنون کی جدید ترقیات کا مرکز مغربی ممالک ہیں، اس باب میں باقی دنیا بھر نوع ان کی خوشہ چین ہے۔ بدقسمتی سے یورپ میں علوم کی نشاۃ ثانیہ کے علم برداروں کو عیسائی پادریوں اور ان کی ہم نوا حکومتوں نے اپنے خوفناک جوہر و ستم اور عقوبت و تعذیب کا ہدف بنایا، اور عیسائی پادری جو اپنے توہمات اور مزعومات کو عین مذہب خیال کئے بیٹھے تھے، جدید علوم اور تحقیقات کو اپنی خرافات کے مطابق لہ ہاکر سرے سے علم و سائنس ہی کے دشمن بن گئے اور ایک انتہائی غلط، نامعقول اور بے محل جنگ چھیڑ دی۔ بالآخر علم کو توہم پرستی، جہالت اور ڈھکوسلے پر فتح حاصل ہوئی اور یورپ میں علم و سائنس نے صنعتی انقلاب پیدا کر کے ایک نئی دنیا بنا ڈالی۔ یورپ میں کلیسا اور علم و تحقیق کے تصادم نے ذہنوں میں یہ غلط بات بٹھادی کہ مذہب ہر حال میں علم و تحقیق اور سائنس و ایجاد کا دشمن ہے۔ اس غلط خیال کا پروپیگنڈا کچھ اس زور شور سے ہوا کہ آج بے شمار لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ مذہب ترقی اور علم و ایجاد کا دشمن ہے اور کوئی قوم یورپی اقوام کی طرح مذہب کو کلیۃً عملی زندگی سے خارج کئے بغیر ترقی کر ہی نہیں سکتی۔ دنیائے اسلام کی بدنامی اور بدقسمتی کہ وہ مغربی سامراج کی حدیثوں کی غلامی، اپنے نامعقول سماجی ڈھالچے، غلط اور ابتر سیاسی نظام اور بے روح و غیر فعال دینی و سیاسی قیادت اور صحیح و صحت مند تعلیم کے فقدان کے باعث ہنوز ہمسالہ اور زوال آباد ہے۔ چنانچہ ہمارے یہاں بھی دو انداز فکر وجود میں آگئے۔ ایک مغربی تعلیم یافتہ طبقہ جس نے جدید تعلیم کے منفی اثرات کے نتیجے میں یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ ہماری موجودہ ہمسالہ کی اس وقت شکست ختم نہ

ہو کہ جنب تک کہ ہم فکر و عمل میں مغرب کی مکمل تقلید نہ کریں اور دین کو عمل زندگی سے کلیتہً خارج نہ کر دیں۔ یہ گروہ خود کو جدید بنانے کے شوق میں سرے سے دین اور اس کی مسلمہ اقدار کا ہی قلع قمع کرنے پر تل گیا۔ دوسرا طبقہ جو روایتی دیندار بھی تھا اس تصور کا حاسی بن گیا کہ ہر جدید چیز خلاف دین ہے اور اس پر وقت صرف کرنا ایک بے فیض اور غیر ضروری مشغلہ۔ جدید علوم و افکار اور سائنس و ٹیکنالوجی کے بغیر بھی صدیوں پرانی فقہ اور تصوف کے زاویہٴ خمول میں زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔ ایک گروہ اپنے ظاہر و باطن میں مغرب زدہ بننے پر اس حد تک آمادہ کہ اسے کفر و العاد اور حرام و ناجائز سے بھی گریز نہ ہو۔ دوسرا مغرب کی ہر شے سے بیزار و متنفر اور زندگیوں کو صدیوں پیچھے لے جانے پر مضر۔ غرض دونوں کے ہاتھوں مسلم معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ خدا کا شکر ہے کہ عصر جدید میں احنائے اسلام کی جو متعدد جھوٹی بڑی تحریکیں اٹھیں، کچھ عالم، دانشور اور مصلح اٹھے اور انہوں نے صدیوں کے جمود پر ضرب لگائی اور مسلمانوں کو ذہن نشین کرایا کہ اسلام دین فطرت ہے اور کوئی دین فطرت، علم و سائنس یا فکر و ایجاد کے باب میں معاندانہ رویہ اختیار کر ہی نہیں سکتا۔ دنیائے اسلام کے زوال کا سبب اسلام نہیں، اسلام سے انحراف ہے۔ دین کی اساسی اقدار اور اس کے عقائد زندہ و تابندہ ہیں، اس کی تعلیمات، اس کے افکار آج بھی حسن کردار اور حسن عمل کے اس دلائل و سائنس میں انسانی معاشرے کو ڈھال سکتے ہیں جو عدل و حریت، اخوت و مساوات، لطف و کرم، جنسیت و عمل، احسان و ایثار کو مخلصانہ طور پر اختیار کرنے کے نتیجے میں لازماً پیدا ہوتا ہے۔ اسلام، علم و فن اور سائنس و ایجاد کی تازہ کاریوں کی سب سے بڑھ کر حوصلہ افزائی کرتا اور انہیں فلاح انسانیت اور عالم گیر انسانی برادری کی خلیت کے لئے وقف کر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ مولانا محمد جونیئہ البیوی کی زیر نظر کتاب اسی نقطہٴ نظر کو پیش کرتی ہے۔

انہوں نے نہایت ژرف نگاہی کے ساتھ عصر جدید کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ افراط و تفریط دونوں سے صرف نظر کرتے ہوئے نہایت معتدلہ غیر جذباتی مگر موثر اور حکیمانہ انداز میں اسلام کی اساسات کو ذہن نشین کرانے کی سعی کی ہے، ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جدید سائنس، جدید علوم و ایجادات، جمہوری اور سماجی ادارے جن سے یہ عہد عبارت ہے، انہیں اصلاح و ترمیم یا ان کے مقصد و منہاج میں کوئی تبدیلی پیدا کر کے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان ثقافتی مظاہر کو ہم اختیار نہیں کر سکتے جو نفس پرستی اور ہوسناکی کی پیداوار ہیں مثلاً رقص، مجسمہ سازی اور موسیقی وغیرہ۔ ابلاغ کے ذرائع صحافت، ریڈیو، ٹیلیویژن جسے غلط مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، مسلم معاشرہ انہیں صحت مند رجحانات اور اصلاحی و تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے، سولانا کے نزدیک موجودہ حالات میں جمہوریت ایک لائق ترجیح طرز حکومت ہے اور اسے مسلم ممالک میں اختیار کیا جانا چاہئے۔ عورتوں کو عملی زندگی میں حصہ لینے کے مناسب مواقع ملنے چاہئیں اور مملکت کے جملہ افراد کی معاشی ضرورتیں وقار اور عزت کے ساتھ پوری ہونی چاہئیں اور ظلم و استحصالیہ کی ہر صورت کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ کتاب نہایت عمدہ اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ تعمیر فرد کی بحث ہو یا حیات و کائنات کے قدیم و جدید تصورات پر اظہار خیال، فلسفہ وجودیت کا تذکرہ ہو یا حیات بعدالسمات پر عقلی گفتگو۔ نظریہ توحید کی آفاتیت اور ہمہ گیری اور توحید کے حیات آئین تصور کا بیان ہو یا نماز اور اسلامی ذوق عبادت کی نفسیاتی اہمیت کا اظہار (جو عام سطح سے بالکل بلند ہو کر کی گئی ہے) یا اسلام کے تصور ثقافت اور اس ضمن میں جملہ فنون جمیلہ کے خوب یا ناخوب پر خاصہ فرسائی ہو۔ اسلام کے سیاسی نظام کی تشریح ہو یا اقتصادیات میں اسلام کے موقف کی توضیح ہو۔ اسلام کے نظریہ اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہو یا دوسرے حکماء و فلاسفہ کے اخلاقی تصورات پر اظہار خیال ہو۔ مصنف نے دلائل و گتگو کی ہے۔ مختلف

وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دئے ہیں اور بعض بظاہر متضاد و متضادم خیالات میں مطابقت کی صورت پیدا کی ہے۔

ضروری نہیں کہ مصنف کی ہر رائے سے اتفاق ہی کیا جائے اور جو کچھ انہوں نے لکھ دیا ہے اس پر بحث و نظر کی گنجائش نہ ہو۔ مصنف کی یہ رائے کہ اشتراکیت کی اقتصادی روح کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے یا آئندہ چل کر اشتراکیت اور دین میں اتحاد ابھر کر رہے گا (ص ۲۰۷) قطعاً محل نظر ہے۔ ہاں ہمہ کتاب عقلیت، منطقی انداز فکر اور روشن خیالی پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے اور ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کو دعوت مطالعہ دیتی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ افراد کو یہ کتاب اسلام کی اساسیات اور اس کے بنیادی فلسفہ سے روشناس کرائے گی اور عربی درسگاہوں کے طلبہ کو جدید افکار و مسائل پر غور و فکر کی استعداد بخشنے کی اور وہ عصر حاضر کے ہر پیچ مسائل پر حقیقت پسندانہ بالغ نظری سے سوچنے کے قابل ہو سکیں گے۔

(الیس احمد اعظمی)

